OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

روہیل کھنڈ کے افغان شاعر نواب محمد یار خاں امیر کے کلام کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Critical and Research Review of the Afghan Poet Nawab Muhammad Yar Khan Ameer of Rohail Khand

Dr. Mazhar Ahmad

Assistant Professor, Department of Pashto, University of Malakand

Muhammad Tahir Bostan Khan

Doctoral Candidate Pashto, University of Peshawar

Dr. Sajid Mehmood

Lecturer Govt Post Graduate collage, Mansehra

Abstract

This research paper critically evaluates the work of Nawab M.Yar Khan Ameer as a Pashtoon Poet . Prior to the establishment of the Rampoor State , The Govt of Rohil Khand was being run as per tribal system . By the end of 18th century Dehli and Lucknow literary circles have developed an identity in urdu poetry, however, the Rampoor state was still infant as individually strong poets were anonymous. The chief factor behind this was the Political scenario of the state. Nawab's name emerged as venerable along with the poets of the era. He did not restrict himself to personal achievements but also led others in their professional skills. His "Deewan" no more exists but we can get adequate range of his poetic work from Qudratullah's "Tazkira -e-Tabqatushuara".

Keywords: Evaluates, Establishment, State, Scenario, Tribal, Literary, Infant, Anonymous, Restrict, Skills, Emerged, Adequate

CC BY

تمہید

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری ربع میں دہلی اور لکھنؤ کے دبستان اُردو شاعری کے حوالے سے اپنی شناخت بنا چکے تھے مگر رام پور کی ریاست ابھی نوزائیدہ تھی اور یہاں اہلِ سخن کو یکسوئی کے ساتھ زبان و بیان کی صلاحیت آزمانے کا موقع نہیں مِلا تھا۔ انفرادی سطح پر جو لوگ اردو میں شعر کہتے تھے، گمنام رہتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا سبب خطے کے سیاسی حالات تھے۔ روہیل کھنڈ پر علی محمد خاں کے قبضے کے بعد بھی امن و امان کی صورتِ حال تسلّی بخش نہ تھی۔ ایک طرف مغل حکومت روہیلوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے نالاں تھی اور دوسری طرف اودھ کے نواب اِن جنگ جو افغانوں کو اپنی ریاست کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ حافظ رحمت خاں کی سرپرستی کا دَور بھی معرکہ آرائی میں گزر گیا۔ بالآخر ۱۷۷۴ء میں روہیل کھنڈ کی تقسیم کے وقت قدرت نے ایسا سامان کیا کہ تیغ و تفنگ کے خوگر، کاغذ قلم کی جانب راغب ہو گئے۔ بانی روہیل کھنڈ نواب علی محمد خاں کے چھ بیٹے تھے۔ نواب محمد یار خاں لاڈو بیگم کے بطن سے اُن کے چوتھے بیٹے تھے۔ نواب علی محمد خاں کی وفات ۱۷۴۹ء میں ہوئی۔ اُس وقت نواب امیرؔ کم سن تھے۔ روہیلہ سرداروں نے روہیل کھنڈ تقسیم کیا تو نواب فیض اللہ خاں کو جاگیر عطا کی اور نواب امیرؔ کو اُن کی سرپرستی میں دے دیا۔ فیض اللہ خاں نے بھائی کی تعلیم و تربیت کے بعد اُسے موضع ٹانڈہ میں مصارف کے لیے جاگیر دے دی۔ نواب محمد یار خاں امیرؔ اس چھوٹی سی جاگیر کی قلیل آمدنی سے نہ صرف اپنی گزر اوقات کرتے تھے بل کہ چند اہلِ علم و ہنر کی سرپرستی بھی کرتے تھے۔"

نواب محمد یار خاں امیرؔ کا کلام

ان کو علم موسیقی کا بہت شوق تھا۔ ابتداء میں محمد قائم چاند پوری سے مشورہ تھا انتہا میں شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ سے تلمذ ہوا۔ فدوی لاہوری۔ اور میر نعیم۔ اور پروانہ علی شاہ مراد آبادی اور میاں عشرت اور حکیم کبیر علی سنبھلی، یہ سخن گو ملازم تھے۔ یہ اُن کا کلام ہے:

اُس شکار انداز سے لگ کر کہیں چھٹتی ہے آنکھ
کیوں نہ ہو سُوئے قضا منھ وقت رم نخچیر کا
کیا تو نے دیا تھا مجھ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھ نہ نکلا
ساقی گزک کی کچھ نہیں حاجت شراب دے
ہم دل جلوں میں آپ مزہ ہے کباب کا
کیا کہوں ولولہء شوق کو میں تیرے امیرؔ
گھر میں جاتے ہیں پرائے تو خبر داری سے
گر وقتِ ذبح نالہ کیا میں نے، کیا ہوا

پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے "[1]

نواب امیرؔ نے ۱۷۷۱ء میں قائمؔ چاند پوری کو ٹانڈہ بُلوالیا تھا اور سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر اپنا اُستاد مقرر کیا تھا۔ قائم نے اُن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا:

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سا اے امیرؔ
مجتمع سائے میں ہیں جس کے سخن داں اتنے

عمدہء مُنتخبہ، کے مصنف لکھتے ہیں۔

"امیرؔ تخلص، نواب محمد یار خاں، فرزند نواب علی محمد خاں، قوم افاغنہ از سردارانِ کٹھیر، شاگرد محمد قائم، اکثر شعرائے آں عصر ملازم او بودند۔ سردارِ بااقتدار و بہ ہمت و جواں مردی مشہور۔ مجلسِ مشاعرہ ترتیب می داد۔ مدتے شد کہ ازیں سرائے ناپائدار رختِ اقامت بربست۔ خدا ایش بیامرزد کہ قدردان صاحبانِ ایں فن بود۔ ولہتیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو گھر جاتا ہے اے مری جان کے دشمن تو کدھر جاتا ہے اللہ رے سرخی ترے چہرے کی ہنگام عتاب جس قدر بگڑے ہے اتنا ہی سنور جاتا ہے"[2] کریم الدین نے طبقاتِ شعرائے ہند میں لکھا ہے۔ "نواب محمد یار خاں امیرؔ شاگرد قیام الدین علی قائم کا تھا۔ بہت شعر اُس کے زمانہ میں اس کی سرکار سے نعمت پاتے تھے وہ مجلس مشاعرہ کی بھی منعقد کرتا تھا...... ستار بجانا خوب جانتا تھا...... اس امیر کو نقشہ کی طرف بہت رغبت تھی۔ ۱۲۶۱ھ میں اس کو بہت ترقی ہوئی تھی۔ اس نے ایک شخص مسمی عاقل خاں کو جو کہ اس کام میں دست گاہ اچھی رکھتا تھا اور اچھا مصور مشہور تھا واسطے سیکھنے تصویر کشی کے نوکر رکھا"[3] حسرت موہانی نے نواب محمد یار خاں امیر کے کلام کا انتخاب اس طرح دیا ہے:

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
نہ پہنچوں گو پہ تیری جستجو میں یار اڑتا ہوں
برنگِ طائرِ پربستہ سو سو بار اڑتا ہوں
ڈریوائے دل نہ جان کی خاطر
مرد مرتے ہیں آن کی خاطر
جی بھی دے، ہے کوئی! یہ ہم نے دیا
کیا کریں اس جوان کی خاطر
کن حسرتوں سے چھوڑ کے ہم یہ جہاں چلے
آئے تو ہم سبک تھے پہ کتنے گراں چلے "[4]

پہلے جنگ سُکر تال اور پھر ۱۷۷۴ء میں شجاع لدولہ اور انگریزوں کے ہاتھوں روہیلوں کی شکست کے بعد نواب محمد یار خاں امیرؔ شجاع الدولہ کے کیمپ میں نظر بند کر دیے گئے۔" معاہدہ لال ڈانگ مورخہ ۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء میں عمل میں آیا۔ نواب فیض اللہ خاں نے رام پور کو ریاست کا نیا مستقر قرار دیا اور شجاع الدولہ کی اجازت سے اپنے بھائی محمد یار خاں کو رام پور لے آئے اور پچاس ہزار روپے سالانہ وثیقہ برائے مصارف مقرر کیا۔"[5] یہاں آکر نواب امیرؔ نے پھر سے بزم سخن تازہ کی لیکن بقول امیرؔ مینائی "فلکِ تفرقہ پرداز کو اتنی جمعیت بھی پسند نہ آئی کہ صاحبزادہ ممدوح نے مستسقی اور مسلول ہو کر غرّہ ماہ ذیقعدہ کو گیارہ سو اٹھاسی ہجری (جنوری ۱۷۷۵ء) میں رحلت فرمائی"[6] نواب امیرؔ کا دیوان تلف ہو گیا۔ اُن کا انتخاب کلام جس قدر دستیاب ہے وہ قدرت اللہ شوق کے تذکرے طبقات الشعرا سے تذکرہ نگاروں نے حاصل کیا ہے۔ انتخاب کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امیرؔ باصلاحیت شاعر تھے۔ اُن کے ہاں بعض اشعار اتنے سہل اور رواں ہیں کہ عہد حاضر کی شاعری معلوم ہوتے ہیں۔

داغِ دل لے چلے گلی سے تیری
چاہیے کچھ نشان کی خاطر

فنا کے مضمون بھی خوب باندھتے ہیں۔ مثال دیکھیے:

جاہِ دنیا پہ اعتماد ہے کیا
مہر بعد از عروج ڈھلتا ہے

اور پھر مسئلہ جبر کس خوبی سے بیان کرتے ہیں:

یہ مت سمجھ کہ میں زیرِ فلک مختار پھرتا ہوں
برنگِ سایہء مرغِ ہوا ناچار پھرتا ہوں

کہیں کہیں اُن کی شوخیِ کلام دیکھ کر مرزا داغ یاد آتے ہیں:

پوچھا میں میاں دل تو نہیں زلف میں تیری
بل کھا کے لگا کہنے "میاں لیتے ہو ہاں ہے

ہوا یوں کہ فاتح روہیل کھنڈ علی محمد خاں کے ایک صاحبزادے نواب محمد یار خاں امیرؔ کو قصبہ آنولہ ضلع بریلی کے قریب محمد نگر عرف 'ٹانڈہ' میں ایک چھوٹی سی جاگیر جس کی آمدنی سات ہزار روپے سالانہ تھی، باپ کے ترکے سے ملی۔ نواب موصوف نے وہاں دربار قائم کیا۔ شعر و سخن سے دل چسپی کی بدولت نواب امیرؔ کا یہ دربار رام پور کے دبستان شاعری کا پیش خیمہ بن گیا۔ نواب امیر نے اصلاحِ سخن کے لیے قیام الدین علی قائمؔ کا انتخاب کیا۔ "نواب محمد یار خاں نے ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) میں قیام الدین قائم کو ٹانڈہ طلب کر کے اُن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی"[7] قائمؔ چاند پوری کے ساتھ رام پور کے ابتدائی فنکاروں میں ایک نام حکیم کبیر علی کبیر سنبھلی کا ہے۔ امیرؔ مینائی، انتخابِ یادگار میں نواب محمد یار خاں امیرؔ کے ترجمے میں رقم طراز ہیں۔ فدوی لاہوری اور میر محمد نعیم اور پروانہ علی شاہ مراد آبادی اور میاں عشرتؔ اور حکیم سنبھلی یہ سب

سخن گو ملازم تھے"[8] احمد علی شوق کے مطابق۔ "نواب محمد یار خاں بہادر کے ملازم تھے...... حکیم صاحب کا ۲۰۲۱ھ میں انتقال ہو چکا تھا...... حکیم صاحب کو شاعری کا بھی شوق تھا۔ کبیرؔ تخلص تھا۔"[9] نواب محمد یار خاں نے انہیں قصبہ سنبھل سے اپنے دربار ٹانڈہ میں طلب کر کے ملازم رکھا۔ انہی کے مشورے سے نواب صاحب نے قائمؔ چاند پوری کو بلایا تھا۔ حکیم کبیرؔ کس عمر میں نواب کے ملازم ہوئے۔ شبیر علی خاں شکیب کا خیال ہے۔ "راقم الحروف کی رائے میں اس وقت کبیرؔ کی عمر پچاس سال سے قریب ہو گی کیونکہ کبیرؔ کے بیٹے صغیر علی مروّت، مصطفےٰ خاں عرف بخو خاں سپہ سالار افواجِ رام پور (متوفیٰ ۹۰۲۱ھ / ۱۷۹۴ء) کے معالج و مصاحب ہو گئے تھے اور نواب فیض اللہ خاں (متوفیٰ ۸۰۲۱ھ / ۱۷۹۴ء) کے علاج میں وہ اور ان کے چچا حکیم احمد علی حسرت شریک تھے۔ کبیر (متوفی تقریباً ۳۰۲۱ھ) بھی سنبھل سے آئے تھے۔ مروت کی عمر کم از کم تیس برس ۰۳ ہونا چاہیے اس حساب سے کبیرؔ نے تقریباً ۵۶ برس کی عمر پائی ہو گی، سنبھل میں دفن ہوئے"[10] (حافظ احمد علی شوقؔ نے تذکرۂ کاملانِ رام پور، میں نواب محمد یار خاں کی آنکھ میں زخم آجانے اور حکیم کبیرؔ کے علاج سے شفایاب ہونے کا واقعہ لکھا ہے۔ غسلِ صحت کے بعد نواب صاحب نے حاجت مندوں کو روپے اور مصاحبوں کو شال دوشالے دیے مگر حکیم صاحب کو ملازم ہونے کے سبب کچھ نہ دیا۔ حکیم صاحب نے ذیل کی رباعی لکھ کر نوازی نامی درزی کے ہاتھ نواب صاحب کو بھیج دی۔

جناب عالی کرا آج غسل صحت کا
ہر ایک ندیم کے تیئں عطر اور پان ملے
بجائے خلعت بست، پارچہ واسپِ عراق
حکیم جی کو بھی کہتے ہیں تین تھان ملے"[11]

لیکن تکنیکی اعتبار سے اسے رباعی نہیں کہہ سکتے۔

نتائج بحث

نواب محمد یار خان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہم عصر شعرا میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا کلام تذکروں میں بہت کم مقدار میں ملتا ہے تاہم وہ پھر بھی اپنے عہد میں معروف ہوئے اور ان کی کوشش سے ریاست میں شعر و ادب کا ماحول پروان چڑھا۔ ان کے اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ کہ اُس عہد کے رواج کے مطابق امیرؔ اچھا شعر کہنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حقیقی اور سچی شاعری کو مٹایا نہیں جا سکتا، وہ شاعر کے بعد بھی زندہ رہتی ہے، چاہے اسے نذرِ آتش ہی کیوں نہ کیا جائے مگر یہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہتی ہے۔ امیرؔ کی شاعری کی بھی ایسی ہی ہے۔

References

[1] Najmul Ghani, "*Akhbar al sanadee*" jild awwal,(Lahore: malak book depo) 1998 .560.
[2] Azam aldaula," Nawab Mir Muhammad Khan Bahadur sarwar" umda Muntakhiba yaani tazkira sarwar (shuba Urdu Dehli University 1961)
[3] Molvi Karimuddin ," Tabqat Shuarayi Hind" 195.
[4] Hasrat Mohani , "Tazkira Shuaraye Hind" 131.

[5] Shabbir Ali Khan Shakaib, "Mualif: Rampoor ka dabestani shairi" 83.
[6] Amir Menayi Amir Ahmad," Intekhab Yadgar" 32.
[7] Iqtida Hassan Dr,: murattab /" kuliat qaim jild awwal ,(muqaddima Lahore majlas taraqqi adab), 1965 37.
[8] Professor Iqtidar Hussain Siddiqui," qaim chand poori ki farsi aor urdu nigarishat ka urdu zuban aor urdu adab ke kater aor riasat rampoor ma irtiqa ki tareekh ke mutabi ki hesiat se mutali"(mashmoola raza library journal: *Dr waqarul Hassan / Eiditor*, Rampoor raza library shumara 14, 15, 2007 464.
[9] Professor Iqtidar Hussain Siddiqui," Mazmoon mazkora bala" 248.
[10]Khaleeq Anjum، MURATTAB/" Ghalib ke khatoot"(Karachi anjuman taraqqi urdu Pakistan) 1989 32.
[11] Hafiz Ahmad Ali Khan Shouq,"tazkira kamilane Rampoor" 327-328.